سونے کا زیور ادھار بیچنا کیسا؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Mad1673b   تاریخ:26-05-2016

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر سونے کا بنا ہوا معین زیور کرنسی نوٹوں کے بدلے ادھار بیچا جائے، یوں کہ اس کی مدت وقیمت طے ہو جائے، لیکن مجلس عقد میں نہ تو زیور خریدار کے حوالے کیا جائے اور نہ ہی رقم وصول کی جائے، بلکہ یونہی مجلس برخواست ہو جائے، تو کیا یہ عقد ختم ہو جائے گا یا گناہ ہو گا یا کچھ بھی نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سوال میں بیان کردہ خرید وفروخت شرعا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ سونے چاندی کے سکوں یعنی دینار ودرہم اور سونے چاندی کے بنے ہوئے زیورات میں کچھ فرق ہے اور وہ یہ کہ دینار ودرہم تو عقد میں متعین نہیں ہوتے، بلکہ یہ ذمہ پر لازم ہوتے ہیں، لہٰذا چیز خریدتے وقت اگر کسی نے کہا کہ اس درہم کے بدلے یہ چیز دے دو تو بعد میں خریدار اس درہم کے بدلے دوسرا درہم بھی دے سکتا ہے، کیونکہ یہ درہم متعین نہیں ہوا تھا، لیکن سونے چاندی کا بنا ہوا زیور ذمہ پر لازم نہیں ہوتا، بلکہ عقد میں متعین ہو جاتا ہے، لہٰذا جس زیور پر عقد وارد ہوا ہو بعینہ اسی کو دینا لازم ہوتا ہے۔

اس تفصیل کے مطابق درہم ودینار کا تبادلہ جب کرنسی نوٹوں سے ہو گا، تو چونکہ یہ دونوں عقد میں متعین نہیں ہوتے، بلکہ ذمہ پر لازم آتے ہیں، اس لیے عاقدین کی جدائی سے قبل ایک طرف سے قبضہ دینا ضروری ہے، کیونکہ دونوں طرف سے قبضہ نہ دینے کی صورت میں دونوں کے ذمہ دین ہو گا اور بغیر قبضہ کیے جدائی کرنے کی صورت میں بیع الکالئ بالکالئ یا افتراق عن دین بدین لازم آئے گا، جس سے حدیث پاک میں منع فرمایا گیا ہے اور اگر سونے چاندی کے زیور کا تبادلہ نوٹوں

سے ہو گا، تو اس صورت میں اگر ایک طرف سے بھی قبضہ نہ ہو، تو بیع الکالئ بالکالئ یا افتراق عن دین بدین لازم نہیں آئے گا، کیونکہ نوٹ تو دَین ہوں گے، لیکن زیور متعین ہونے کی وجہ سے دَین نہیں ہو گا، لہٰذا یہ افتراق عن دین بعین ہو گا یعنی ایک طرف معین چیز اور دوسری طرف دَین (ادھار) چھوڑ کر جدائی کرنا ہو گا، جو شرعی طور پر جائز ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الکالئ بالکالئ" ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دَین کی دَین کے بدلے بیع سے منع کیا ہے۔

(سنن دارقطنی، کتاب البیوع، جلد4، صفحہ40، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

شمس الائمہ امام سرخسی (متوفی 483ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: "وإذا اشتری الرجل فلوسا بدراھم ونقد الثمن، ولم تکن الفلوس عند البائع فالبیع جائز، لأن الفلوس الرائجۃ ثمن کالنقود.....وبیع الفلوس بالدراھم لیس بصرف، وکذلک لو افترقا بعد قبض الفلوس قبل قبض الدراھم،......فالفلوس الرائجۃ بمنزلۃ الأثمان، لاصطلاح الناس علی کونھا ثمنا للأشیاء فإنما یتعلق العقد بالقدر المسمی منھا فی الذمۃ، ویکون ثمنا، عین أو لم یعین کما فی الدراھم والدنانیر، وإن لم یتقابضا حتی افترقا بطل العقد، لأنہ دین بدین، والدین بالدین لا یکون عقدا بعد الافتراق...... وإن اشتری خاتم فضۃ أو خاتم ذھب فیہ فص، أو لیس فیہ فص بکذا فلسا، ولیست الفلوس عندہ فھو جائز إن تقابضا قبل التفرق أو لم یتقابضا، لأن ھذا بیع، ولیس بصرف فإنما افترقا عن عین بدین؛ لأن الخاتم یتعین بالتعین بخلاف ما سبق فإن الدراھم والدنانیر لا تتعین بالتعیین؛ فلھذا شرط ھناك قبض أحد البدلین في المجلس، ولم یشترط ھنا" ترجمہ: اگر کسی نے دراہم کے بدلے میں سکے خریدے اور ثمن ادا کر دیا جبکہ بیچنے والے کے پاس سکے موجود ہی نہیں، تو یہ بیع جائز ہے، کیونکہ رائج الوقت سکے سونے چاندی کی طرح ثمن ہوتے ہیں۔ اور سکوں کی دراہم کے بدلے میں بیع صرف نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح اگر عاقدین یوں جدا ہوئے کہ سکوں پر قبضہ ہو گیا تھا، لیکن دراہم پر نہیں ہوا تھا، تب بھی بیع درست ہے۔ (کیونکہ) فلوس رائجہ اثمان کے قائم مقام ہوتے ہیں کہ لوگوں کی اصطلاح میں یہ اشیاء کا ثمن ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی بیان کردہ مقدار پر جو عقد وارد ہوا، اس کا تعلق ذمہ سے ہو گا اور یہ معین کیے گئے ہوں یا نہ کیے گئے ہوں دونوں صورتوں میں ہی ثمن ہوتے ہیں، دراہم و دنانیر کی طرح۔ اور اس مسئلے میں اگر دونوں طرف سے قبضہ نہ ہوا، یوں ہی جدا ہو گئے، تو یہ عقد باطل ہو جائے گا، کیونکہ یہ دَین کے بدلے میں دَین ہے اور دَین کے بدلے میں دَین جدائی کے بعد عقد نہیں رہتا۔ اور اگر کسی نے چاندی کی یا سونے کی انگوٹھی نگ والی یا بغیر نگ والی سکوں کی

مخصوص مقدار کے بدلے خریدی، لیکن سکے اس کے پاس نہیں ہیں، تو یہ بیع جائز ہے، جدا ہونے سے پہلے دونوں قبضہ کرلیں یا دونوں قبضہ نہ کریں، کیونکہ یہ (مطلق) بیع ہے، بیع صرف نہیں اور یہ افتراق عن عین بدین ہے (یعنی ایک طرف معین چیز اور دوسری طرف دَین ہے) اس لیے کہ انگوٹھی متعین کرنے سے متعین ہوجاتی ہے، بخلاف پہلے مسئلے کے کہ (وہاں دراہم و دنانیر تھے اور) دراہم و دنانیر معین کرنے سے بھی معین نہیں ہوتے، لہٰذا وہاں مجلس میں ایک طرف سے قبضہ شرط قرار دیا گیا ہے اور یہاں یہ شرط نہیں۔ **(مبسوط للسرخسی، جلد14، صفحہ24-25، دار المعرفہ، بیروت)**

محیط برہانی میں ہے:"ولو باع تبر فضة بعينه بفلوس بغير أعيانها وتفرقا قبل أن يتقابضا فهو جائز، لأن التبر هاهنا بمنزلة العروض، فكأنه باع عرضاً بفلوس بغير أعيانها، وهناك لا يشترط التقابض كذا هاهنا وان لم يكن التبر عنده لم يجز بمنزلة ما لو باع عرضاً ليس عنده بفلوس" ترجمہ: اور اگر چاندی کا معین ٹکڑا غیر معین سکوں کے بدلے فروخت کیا اور دونوں طرف سے قبضہ نہیں ہوا کہ دونوں جدا ہوگئے، تو یہ جائز ہے، کیونکہ چاندی کا ٹکڑا یہاں سامان کے قائم مقام ہے، تو گویا اس نے سامان غیر معین سکوں کے بدلے فروخت کیا اور ایسی صورت میں تقابض شرط نہیں ہوتا، لہٰذا یہاں بھی شرط نہیں ہوگا اور اگر بیچنے والے کے پاس چاندی کا ٹکڑا موجود نہیں، تو پھر یہ خریداری جائز نہیں، یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص سکوں کے بدلے ایسا سامان فروخت کرے جو اس کے پاس ہے ہی نہیں۔

(محیط برھانی، کتاب الصرف، الفصل الثانی، جلد10، صفحہ412، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ)

البحر الرائق، فتح القدیر وغیرہ میں ہے:"المصوغ بسبب ما اتصل به من الصنعة لم يبق ثمنا صريحا، ولهذا يتعين في العقد" سونے چاندی کی ڈھالی ہوئی اشیاء میں جو کاریگری ساتھ مل جاتی ہے، تو اس کی وجہ سے یہ ثمن صریح نہیں رہتیں، اسی وجہ سے یہ عقد میں متعین ہوجاتی ہیں۔ **(بحر الرائق، جلد5، صفحہ257، دار الکتاب الاسلامی)**

بحر میں ہی ہے:"ودخل المصوغ من الذهب والفضة كالآنية تحت القيميات فتتعين بالتعيين للصفة" ترجمہ: سونے چاندی کی ڈھالی ہوئی اشیاء جیسے برتن، یہ قیمی چیزوں کے تحت داخل ہیں، لہٰذا ان کے وصف کی وجہ سے یہ معین کرنے سے معین ہوجاتے ہیں۔ **(بحر الرائق، جلد5، صفحہ299، دار الکتاب الاسلامی)**

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں:"المصوغ من الحجرين ايضا لا يثبت دينا في الذمة بل يتعين في العقود كما تقدم عن البحر" ترجمہ: چاندی سونے کی گھڑی ہوئی چیز (مثلاً: برتن یا گہنا) یہ بھی

ذمہ پر دَین نہیں ہوتے بلکہ عقد میں متعین ہو جاتے ہیں، جیسا کہ بحر الرائق سے گزرا۔(ت)"

(فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ405، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

تنبیہ (1): واضح رہے کہ سوال میں جو صورت پوچھی گئی وہ سونے کے متعین زیور کی خرید و فروخت کے متعلق ہے۔ لیکن کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ سونے کا متعین زیور نہیں بیچا جارہا ہوتا، بلکہ غیر متعین طور پر سونے کی خرید و فروخت کا معاہدہ ہوتا ہے، مثلا: بیچنے والا سونے کی چین بیچتا ہے جس میں سونے کا معیار اور وزن تو طے ہو جاتا ہے، لیکن وہ چین متعین نہیں ہوتی اور پھر دونوں طرف سے اس مجلس میں ادائیگی بھی نہیں ہوتی بلکہ معاملہ دونوں طرف سے ادھار ہی رہتا ہے، یہ صورت بیع الکالئ بالکالئ کی ہے جو ناجائز و گناہ ہے اور حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے، ایسی صورت میں افتراق عن دَین بدَین یعنی دونوں طرف سے ادائیگی کے بغیر جدا ہو جانے کی وجہ سے یہ معاہدہ باطل ہو جاتا ہے، جیسا کہ اوپر بیان کردہ جزئیات سے واضح ہے۔

تنبیہ (2): یہ بھی واضح رہے کہ ہمارے ہاں عام طور پر جو یہ صورت ہوتی ہے کہ جس نے سونے کا سیٹ یا کوئی اور چیز بنوانی ہو وہ سنار کے پاس جاتا ہے اور سنار اسے بطور سیمپل (sample) بنا ہوا زیور دکھا دیتا ہے، پسند آنے پر خریدار اسے کہتا ہے کہ ٹھیک اس طرح کا سیٹ اتنے تولے میں بنا دیں اور کچھ دن بعد پھر سنار اس کو بنا کر دے دیتا ہے، تو یہ صورت سوال میں بیان کردہ صورت سے مختلف ہے اور اس کا تعلق بیع استصناع (آرڈر کی بیع) سے ہے جس کی تفصیل و شرائط وغیرہ دار الافتاء اہلسنت کے دوسرے فتوے (جس کا لنک نیچے دیا گیا ہے) میں موجود ہے۔

https://www.daruliftaahlesunnat.net/fatawa_tasheer/ur/970

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد ساجد عطاری

18شعبان المعظم1437ھ/26مئی2016ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ /www.daruliftaahlesunnat.net کے ذریعے کی جاسکتی ہے